مزارعت پر تحقیقی نظر

زیر ترتیب مضمون میں مزارعت (بٹائی) سے متعلق آئمہ سلف وخلف کے مختلف نقطہائے نظر مع دلائل پوری وضاحت سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ناظرین ترجمان القرآن براہ راست کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں

زمین سے متعلق دوسرے ضروری مسائل پر کسی دوسری صحبت میں گفتگو کیجائیگی۔ انشاء اللہ

عبدالغفار حسن

ائمہ سلف وخلف کے مختلف مسالک پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان زمین کی انفرادی ملکیت کے بارے میں کوئی اختلاف[1] نہ تھا۔ اختلاف اس بات میں تھا کہ اس ملکیت کی حدود کیا ہیں اور مالکانہ حقوق کا استعمال کیسے کیا جاسکتا ہے۔

مزارعت کے حامی اور مخالف مزارعت کے بارے میں فقہاء ومحدثین کرام میں دو مسلک پائے جاتے ہیں (۱) مزارعت (بٹائی) کی ہر صورت ناجائز ہے۔ (۲) مزارعت کی صرف وہ صورتیں ناجائز ہیں جن میں دھوکہ فریب، نزاع وجدال اور ایک فریق کے لئے نقصان اور دوسرے فریق کے لئے نفع کا قوی احتمال موجود ہو۔ ان کے علاوہ باقی شکلیں جائز ہیں۔

پہلے مسلک کے قائلین یہ حضرات ہیں۔ عکرمہ، مجاہد، نخعی، امام ابوحنیفہ رح، امام زفر، امام شافعی (ان کے نزدیک مساقاۃ[2] کے ضمن میں مزارعت جائز ہے مستقلاً علیحدہ نہیں)

---

[1] یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حرمت مزارعت کے قائل ہونے کے باوجود کراء الارض بالذہب والورق یعنی سونے چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

[2] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں چند تشریح طلب اصطلاحات کی وضاحت کردی جائے۔

مساقاۃ - باغ کو سیرابی کے لئے نصف یا ثلث وغیرہ پر کسی کو دینا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ پر)

اسی طرح امام مالک کے نزدیک بھی علیحدہ جائز نہیں ہے۔ ہاں باغ کے احاطہ میں ایک تہائی زمین بٹائی پر دی جا سکتی ہے۔

دوسرے مسلک کے حامیوں کی صف میں یہ مشہور اہل علم نظر آتے ہیں۔ خلفاء راشدین۔ سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، سعید بن مسیب، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، اوزاعی، ابو یوسف، محمد، اسحٰق، امام احمد بن حنبل، ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن قیم، شاہ ولی اللہ رح

حرمت مزارعت کے دلائل | پہلے گروہ کے استدلال کی بنیاد حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ رض اور حضرت رافع بن خدیج کی روایات پر ہے۔ یہ روایتیں بخاری، مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں چند اہم اور مشہور روایات نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرۃ والمحاقلۃ الخ صحیح بخاری مع فتح ج ۵ ص۱۵ ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص۱۱

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(۲) عن جابر بن عبد اللہ قال کان لرجال فضول ارضین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ فضل ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ فان ابی فلیمسک ارضہ (حوالہ مذکورہ)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کے پاس فالتو اراضی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا جس کے پاس فالتو زمین ہو وہ اس میں کھیتی کرے۔ یا اپنے بھائی کو ہبہ کر دے اور اگر وہ انکار کرے تو پھر وہ اپنی زمین روکے رکھے۔

مزارعہ، مخابرہ | زمین کو بٹائی پر دینا ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ مزارعت میں بیج مالک زمین دیتا ہے۔ اور مخابرہ میں بیج کاشتکار کے ذمے ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایک دوسرے کے ہم معنی بھی مستعمل ہو جاتے ہیں۔

محاقلہ۔ یہ لفظ روایات میں تین معانی میں مستعمل ہوا ہے (۱) کھیتی کو پکنے سے پہلے فروخت کر دینا۔ (باقی صفحہ ۹۱ پر)

مذکورہ بالا روایت ۲ کے ہم معنی الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضہ کے واسطے سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

(۳) عن نافع ان ابن عمرؓ کان یکری مزارعہ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی امارۃ ابی بکر و عمر و عثمان وصدرا من خلافۃ معاویۃ حتی بلغہ فی آخر خلافۃ معاویۃ ان رافع بن خدیج یحدث فیہا بنہی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل علیہ وانا معہ فسألہ ، فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہی عن کراء المزارع فترکہا ابن عمر بعدُ فکان اذا سئل عنہا بعد قال زعم ابن خدیج ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا

حوالہ مذکور ص ۱۳

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے کھیت کرایہ (بٹائی) پر دیا کرتے تھے۔ (۲) (ان کا یہ عمل) عہد نبوی، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے دور خلافت اور معاویہ رضہ کے ابتدائی دور امارت تک جاری رہا۔ امارت معاویہ کے آخری دور میں ان کو معلوم ہوا کہ رافع بن خدیج اس بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت نقل کرتے ہیں۔ ابن عمر ان کے پاس پہنچے میں بھی ساتھ تھا ان سے سوال کیا، انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کراء مزارع سے روکتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر نے اپنا یہ عمل ترک کر دیا۔ اور جب اُن سے اس بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ رافع ابن خدیج نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے

(۴) عن رافع بن خدیج قال کنا نحاقل الارض علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنکریہا بالثلث والربع والطعام

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں محاقلہ یعنی زمین کو تہائی، چوتھائی یا معین کھانے کے بدلے کرایہ پر دیدیا

---

(۲) زمین کو بٹائی پر دینا (۳) زمین کو کرایہ، اجرت اور ٹھیکہ پر دینا

کراء الارض: یہ لفظ احادیث میں بٹائی اور ٹھیکہ دونوں معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ سیاق و سباق سے اس کا مفہوم متعین ہو سکتا ہے۔

مُواجرہ۔ کسی شئے کو اجرت پر دینا۔ یہ لفظ بھی کراء الارض کے ہم معنی ہے۔

المسمّٰی فجاء ناذات یوم رجل من عمومتی فقال
نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
امر کان لنا نافعا وطواعیۃ اللہ ورسولہ
انفع لنا نہانا ان نحاقل بالارض فنکریہا
علی الثلث والربع والطعام المسمی وامر رب
الارض ان یزرعہا او یزرعہا وکرہ کراءہا
وماسوی ذالک صحیح مسلم ج ۲ ص۱۳

کرتے تھے ۔

ایک دن میرے چچاؤں میں سے ایک صاحب تشریف لائے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسے کام سے روک دیا ہے۔ جو ہمارے لئے نفع بخش تھا ۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ آپ نے ہمیں زمین کو ثلث ، ربع یا معین مقدار طعام کے عوض بٹائی پر دینے سے روکا ہے اور مالک زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کے لئے دیدے ، اس کو کرایہ (بٹائی) پر دینے اور اس کے علاوہ دوسری شکلوں کو ناپسند فرمایا ہے ۔

(۵) عن ابن ابی نعم قال حدثنی رافع
بن خدیج انہ زرع ارضا فمر بہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وھو یسقیہا فسألہ عن الزرع و
لمن الارض فقال زرعی ببذری وعملی لی
الشطر ولبنی فلان الشطر فقال اربیتما
فرد الارض علی اھلہا وخذ نفقتک ۔
طحاوی ج ۲ ص۲۵۶ ابوداؤد ج ۲ ص۱۲۷
باب المزارعۃ

ابن ابی نعم سے روایت ہے کہ مجھ سے رافع بن خدیج نے بیان کیا کہ انھوں نے ایک زمین بیجی ایک دن جبکہ وہ اسے سیراب کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے اور آپ نے دریافت فرمایا کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی ؟ میں نے کہا کھیتی میرے بیج اور عمل کے عوض سے میرا آدھا حصہ ہے۔ اور فلاں شخص کی اولاد کا نصف حصہ ہے ۔ آپ نے فرمایا تم سود میں مبتلا ہوگئے زمین اہلِ مالک کی طرف واپس کردو۔ اور اپنا خرچ لے لو۔

(۶) عن جابرؓ قال سمعت رسول اللہ

حضرت جابر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم یقول من لم یذر المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللہ عز وجل۔

طحاوی ج ۲ ص ۲۵۰ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۰ باب المخابرۃ

میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مخابرہ کو ترک نہیں کیا وہ اللہ سے اعلان جنگ کر دے۔

(۷) عن رافع بن خدیج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بحائط فاعجبہ فقال لمن ھذا فقلت لہ استاجرتہ۔ فقال لا تستأجرہ بشیئ۔

المبسوط علامہ سرخسی ج ۲۳ ص ۱۱

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک باغ سے گذر ہوا، آپ کو وہ پسند آیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ باغ کس کا ہے۔ میں نے کہا، اس کو میں نے اجرت (کرایہ یا بٹائی) پر لیا ہے، آپ نے فرمایا کسی شے کے بدلہ پر بھی اس کو اجرت پر مت لو۔

(۸) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن کراء المزارع فقلت انا نکریھا بما علی الربیع الساقی، فقال لا فقلت انا نکریھا بالتبن فقال لا، فقلت انا نکریھا بالثلث والربع فقال لا ازرعھا او امنحھا اخاک۔ مبسوط حوالہ مذکور

رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے (بٹائی) پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ میں نے کہا ہم اس پیداوار کے بدلے بٹائی پر دیتے ہیں جو نالے یا نہر کے کنارے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا جائز نہیں۔ میں نے کہا ہم بھوسے کے بدلے بٹائی پر دیتے ہیں۔ آپ نے کہا نہیں۔ میں نے کہا ہم تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ خود کھیتی کرو۔ یا اپنے بھائی کو ہبہ کر دو۔

(۹) عن رافع ان سید بن ظھیر جاء ذات یوم الی قومہ۔ فقال یا بنی خارجۃ قد دخلت علیکم الیوم مصیبۃ قالوا

رافع سے روایت ہے کہ اسید بن ظہیر ایک دن اپنی قوم کے پاس آئے، انھوں نے کہا اے بنی خارجہ آج تم پر ایک مصیبت آن پڑی ہے

ماھی؟ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کراء الارض، قلنا یا رسول اللہ انا نکریھا بما یکون علی الربیع الساقی من الارض فقال ازرعھا او امنحھا اخاک،

مبسوط ج ۲۳ صفحہ ۱۲

لوگوں نے کہا وہ کیا؟ اسید نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراء الارض سے منع کر دیا ہے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ہم نالے ندی والی زمین کی پیداوار کے بدلے معاملہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خود کاشت کرو یا اپنے بھائی کو دیدو۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ کے مسلک کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ربیع ساقی" والی صرف مخصوص صورت ہی سے اگر روکا تھا تو اسے مصیبت کہنے اور اس پر ہراساں ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ ان کے لئے مزارعت کی دوسری راہ ثلث ربع والی کھلی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان پر مزارعت کی تمام راہیں بند کر دی تھیں جیسا کہ حدیث نمبر ۸ سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس روایت (نمبر ۸) کی صحت پر تمام اہل علم متفق نہیں ہیں"۔ انتھی ملخصاً

حدیث خیبر کا جواب عام طور پر مزارعت کے جواز میں یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خیبر کی زمین بٹائی پر دی تھی۔ حالانکہ وہاں مزارعت کی شکل نہ تھی بلکہ وہ جزیہ تھا جو خیبر کی پیداوار پر یہود سے وصول کیا جاتا تھا۔ اگر یہ مزارعت تھی تو معاہدہ میں اس کی مدت کا تعین ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ واقعتہً ایسا نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رح نے حدیث خیبر کی یہی توجیہ کی ہے۔ امام سرخسی رح نے اسے خراج مقاسمہ سے تعبیر کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علیھم برقابھم واراضیھم ونخیلھم وجعل شطر الخارج علیھم بمنزلۃ خراج المقاسمۃ وللامام رأی فی الارض الممنون بھا علی اھلھا ان شاء جعل علیھا خراج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانوں، زمینوں اور نخلستانوں کو آزاد اور کھلا رکھتے ہوئے ان پر احسان فرمایا۔ اور ان پر پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج مقاسمہ مقرر کر دیا۔ اور یہ امر امام کی صواب دید پر منحصر ہے کہ وہ زمین بطور احسان مفتوح قوم کے

المعاسمة ۔ المبسوط ج ۲۳ صفحہ ۳ | قبضہ میں چھوڑ دے ۔ اس پر وہ خراج مقاسمہ[1] لازم کردے یا خراج وظیفہ ۔

مضاربت اور مزارعت کے درمیان فرق بعض اہل علم نے مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے مزارعت کو بھی جائز ٹھہرایا ہے ۔ لیکن مخالفین مزارعت کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مضاربت پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے ۔

مضاربت میں اگر نقصان ہوتا ہے تو اس کا خمیازہ مالکِ سرمایہ اور صاحبِ محنت دونوں کو بھگتنا پڑتا ہے ۔ لیکن مزارعت کی صورت میں اگر نقصان ہو تو مزارع کی محنت برباد ہوتی ہے ۔ لیکن زمین اپنی جگہ محفوظ رہتی ہے ۔ مالک زمین کو کسی قسم کا نقصان نہیں برداشت کرنا پڑتا ۔ وہ صرف پیداوار کے منافع سے محروم ہو جاتا ہے ۔

قرآن سے استدلال زمانۂ حال کے بعض اہل علم نے مزارعت کی حرمت پر مندرجہ ذیل آیات کے عموم و اطلاق سے بھی استدلال کیا ہے ۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن ۔ | مردوں کے لئے حصہ ہے اس مال میں سے جو انہوں نے کسب کیا ۔ اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس مال میں سے جو انھوں نے کمایا ۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ | انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی کچھ جو اُس نے
پ ۲۷ سورہ والنجم | محنت و کوشش سے حاصل کیا ۔

یعنی انسان جو شے اپنے کسب، محنت اور سعی سے حاصل کرے اسی پر مالکانہ تصرف کا حق رکھتا ہے ۔ اس کے علاوہ کسی دوسری صورت میں وہ اس شے کے مالک کہلانے کا مستحق نہ ہوگا ۔

قائلین مزارعت کے دلائل جو اہل علم مزارعت کی تمام شکلوں کو حرام قرار نہیں دیتے ان کے استدلال

---

[1] خراج مقاسمہ، یعنی خراج کی وہ صورت جس میں پیداوار کا نصف یا ثلث حصہ ادا کرنا طے ہو۔ خراج وظیفہ یعنی پیداوار کی متعین مقدار جو بطور خراج ادا کی جائے ۔

کی بنیاد مندرجہ ذیل آثار وسنن پر ہے۔

(۱) عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل اھل خیبر بشطر ما یخرج من ثمر او زرع۔ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۴۔ صحیح بخاری مع فتح الباری مصری ج ۵ صفحہ ۹

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے غلہ پھل کی نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔

اس حدیث کو جزیہ یا خراج مقاسمہ پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ خیبر کا یہ واقعہ ۷ھ میں پیش آیا۔ اور جزیہ کا حکم اس کے دو سال بعد ۹ھ میں نازل ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۴۶) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انہ لم یاخذ من احد من الکفار جزیۃ الا بعد نزول براءۃ فی السنۃ الثامنۃ من الھجرۃ۔ زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۳

سورہ توبہ کے ۸ھ میں نازل ہو جانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے جزیہ نہیں وصول کیا (واضح رہے کہ جزیہ کا حکم سورہ توبہ ہی میں ملتا ہے۔

اسی طرح خراج مقاسمہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عرب کی تمام زمین عشری ہے خراجی نہیں۔ ہدایہ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ان ارض العرب کلھا ارض عشر (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ صفحہ ۳۵۹)

باقی رہا مدت کے عدم تعین کا سوال تو اس سے مزارعت کے جواز میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ یہ شرط تو وہاں ضروری ہے جہاں مدت کے عدم تعین سے نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ ہو۔ لیکن یہاں صورت حال اس طرح نہیں ہے۔ اس واقعہ میں نقرکم ما اقرکم اللہ (ہم تم کو ٹھہرائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھہرانے کا حکم ہوگا) کہدینا ہی کافی سمجھا گیا ہے۔

تیسرا شبہ | ایک شبہ یہاں یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست کی زمین حکومت کی طرف سے بٹائی پر دیجائے۔ اور افراد، مزارعت پر زمین دیں۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حدیث سے اول الذکر صورت کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن یہاں مابہ النزاع اور ثبوت طلب شے دوسری شکل ہے لیکن

یہ شبہ اس صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ خیبر کی تمام زمین ریاست کی ملکیت تصور کر لی جائے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ خیبر کا اکثر حصہ لڑائی سے فتح ہوا۔ اور اس کی زمین مجاہدین اور مستحقین میں تقسیم کی گئی۔ اور انفرادی ملکیت کی حیثیت سے مزارعت کا معاملہ حکومت کے انتظام کے ماتحت طے پایا۔ اس تفصیل کی تائید مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

قال عمر رض لولا آخر المسلمین ما فتحت قریۃ الا قسمتہا بین اھلہا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر۔
بخاری مع فتح الباری مصری ج ۵ ص ۱۲

(فتح شام کے موقعہ پر حضرت عمر نے فرمایا اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کی محرومی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں شام کی مفتوحہ زمین کو تقسیم کر دیتا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

ازواج مطہرات کے حصہ کی زمین حضرت عمر کے زمانہ تک حکومت کی نگرانی میں رہی۔ اور ان کو حصہ رسدی کے مطابق غلہ اور کھجوریں ملتی رہیں۔ لیکن جب یہود خیبر کو جلاوطن کر دیا گیا تو حضرت عمر رض نے ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا کہ خواہ وہ حسب معمول پیداوار لیتی رہیں یا زمین کو بھی اپنی نگرانی میں لے لیں۔ حضرت عائشہ رض نے دوسری صورت کو پسند فرمایا۔ بخاری ج ۵ ص ۹

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ خیبر کی تقسیم عہد نبوی میں ہی ہو گئی تھی۔ لیکن انتظام حکومت کے ہاتھ میں رہا۔ لیکن دور فاروقی میں یہ پابندی بھی باقی نہ رہی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوادی شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵

(۲) عن ابی ھریرۃ رض قال قالت الانصار للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقسم بیننا وبین اخواننا النخیل قال لا، فقالوا تکفونا المونۃ ونشرککم فی الثمرۃ قالوا سمعنا واطعنا۔ بخاری مع فتح مصری ج ۵ ص ۶

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے اور بھائی (مہاجرین) کے درمیان نخلستان تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انصار نے کہا۔ بجائے ہمارے محنت ومشقت کا کام آپ لوگ سنبھال لیں۔ اور ہم آپ کو پھلوں میں شریک کریں گے۔

یعنی نخلستان انصار کے تھے۔ اور مہاجرین کے ذمے ان کی

سیرابی اور آبپاشی کا کام لگایا گیا - اور اس طرح وہ پیدا وار میں انصار کے شریک ہو گئے -

اس روایت سے بظاہر مساقاۃ کا ثبوت ملتا ہے لیکن نتیجۃً مساقاۃ اور مزارعت میں کوئی فرق نہیں ہے اگر مساقاۃ جائز ہے تو مزارعت کے جواز میں شک کیسے ہو سکتا ہے

(۳) عن ابی جعفر قال ما بالمدینۃ اہل بیت ہجرۃ الا یزرعون علی الثلث والربع

ابو جعفر سے روایت ہے کہ مدینہ میں کوئی ایسا مہاجر گھر نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پر کاشت نہ کرتا ہو یعنی مدینہ میں مزارعت کا عام رواج تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی قباحت محسوس نہ کی جاتی تھی -

(۴) آثار صحابہ - (الف) زارع علیؓ وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ ابن مسعود وعمر بن عبد العزیز والقاسم وعروۃ بن الزبیر وآل ابی بکر وآل عمر وآل علی وابن سیرین

بخاری مع فتح ج ۵ ص

حضرت علی، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود، عمر بن عبد العزیز (تابعی) قاسم (تابعی) عروۃ بن زبیر آل ابو بکر، آل عمر، آل علی اور ابن سیرین تابعی سب نے عملاً مزارعت میں حصہ لیا -

ان آثار کی تفصیلات فتح الباری ج ۵ اور عینی ج ۱۱ ص ۱۶۵ میں ملتی ہیں۔

(ب) وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر وان جاؤا بالبذر فلہم کذا

بخاری مع فتح ج ۵ ص

حضرت عمرؓ نے لوگوں سے معاملہ کیا کہ اگر وہ بیج اپنے پاس سے دیں تو ان کا نصف حصہ ہے اور اگر مزارعین بیج کے خود ذمہ دار ہوں تو ان کا اتنا اور اتنا حصہ ہے۔

(ج) عن طاؤس قال قدم علینا معاذ بن جبل فاعطی الارض علی الثلث والربع فنحن نعملها الی الیوم - قال ابن حزم وات

طاؤس تابعی سے روایت ہے کہ حضرت معاذ ہمارے پاس تشریف لائے اور انھوں نے تہائی اور چوتھائی پر زمین دی - اور ہم اب تک اس پر عمل کر رہے ہیں۔ علامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ علیٰ هذا العمل في اليمن. محلی ابن حزم ج ۸ ص۲۱۱

ابن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی درانحالیکہ معاذ رضؓ یمن میں یہ عمل (مزارعت) کرتے تھے۔

مذکورہ بالا صحابہ کرام کے علاوہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کے نام بھی ملتے ہیں۔ جنھوں نے بٹائی پر زمین دی۔ حضرت ابوبکرؓ، عثمانؓ، خبابؓ، حذیفہؓ۔ ان سب حضرات کے آثار پوری تفصیل کے ساتھ علامہ ابن حزم نے محلّیٰ ج ۸ میں نقل کئے ہیں۔ ان اصحاب کرام کا یہ طرز عمل تمام صحابہ کے سامنے تھا لیکن کسی کی طرف سے کوئی اعتراض یا انکار نہیں ملتا۔ باقی رہا اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر اور رافع بن خدیج کا مکالمہ تو اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

ممانعتِ مزارعت والی روایات کا صحیح منشا اہل علم کا وہ گروہ جو مزارعت کو بالکلیہ حرام قرار نہیں دیتا، احادیث حرمت کی توجیہ وتشریح چار طرح پر کرتا ہے۔

(۱) حضرت جابر وابو ہریرہؓ، کی روایات میں مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ دراصل ایک اخلاقی فضیلت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے یعنی اپنے مسلمان بھائی کو زمین بٹائی پر دینے کے بجائے اسے ہبہ کر دینا افضل اور بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تصریح سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قال ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ عنہ، ولکن قال ان یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یأخذ شیئا معلوما
بخاری مع فتح ج ۵ ص۱۰ صحیح مسلم ج ۲ ص۱۴

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (مزارعت) سے روکا نہیں ہے بلکہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا اپنے بھائی کو زمین ہبہ کر دینا اس سے بہتر ہے کہ اپنے بھائی سے (پیداوار میں سے) کچھ معاضہ لو۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ طاؤس کہتے ہیں کہ اس مسئلہ مزارعت کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر شخصیت حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے منع نہیں فرمایا ۔ بلکہ صرف افضل کام کی طرف رغبت دلائی ہے ۔ انتہی مخلصاً، ص ۱۲ ۔

دوسری روایت میں ہے:

عن ابن عباس رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعۃ ولکن امران یرفق بعضھم ببعض ۔ ترمذی نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵۳

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا بلکہ اس بات کا حکم دیا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے منشا متعین کرنے میں جو وزن اجلہ صحابہ کی تشریح وتفسیر کو حاصل ہو سکتا ہے ۔ وہ بعد کے اہل علم کو نہیں دیا جا سکتا ۔

(۲) رافع بن خدیج کی روایت میں جس مزارعت کی ممانعت آئی ہے اس سے ایک متعین شکل مراد ہے اس کے علاوہ دوسری صورتیں جائز ہیں ۔

اس کی تائید حضرت رافع بن خدیج ہی کی اس تشریح سے ہوتی ہے ۔

عن حنظلۃ بن قیس الانصاری قال سألت رافع بن خدیج عن کراء الارض بالذھب والورق فقال لا بأس بہ انما کان الناس یواجرون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الماذیانات واقبال الجداول واشیاء من الزرع فیھلک ھذا ویسلم ھذا ویسلم ھذا ویھلک ھذا فلم یکن کراء الا ھذا فلذلک زجر عنہ واما شیء معلوم مضمون فلا بأس بہ

صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳

حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رافع بن خدیج سے سونے چاندی کے بدلے زمین کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صرف نالے ندی کے کنارے والی زمین اور غیر معین پیداوار پر معاملہ کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کبھی زمین کا یہ حصہ محفوظ رہتا اور دوسرا برباد ہو جاتا ۔ اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ۔

اس وقت زمین کو کرایہ (بٹائی) پر دینے کی صرف یہی صورت تھی ۔ اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا لیکن اگر متعین مقدار ہو، اور کسی ایک فریق کے لئے نقصان کا

اندیشہ نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) عہد نبوی میں مزارعت کی ایک خاص شکل رائج تھی۔ یعنی مالک زمین کسی متعین زمین کے ٹکڑے کو اپنے لئے خاص کر لیتا کہ اس کی پیداوار میں لوں گا باقی حصہ مزارع کا ہوگا۔ اس طرح بعض دفعہ مالک زمین کے ٹکڑے میں خوب پیداوار ہوتی اور کاشت کار کی زمین میں پیداوار کم یا بالکل نہیں ہوتی۔ اور کبھی اس کے برعکس نتیجہ نکلتا۔ اسی کو آپ نے منع فرمایا تاکہ صرف ایک ہی فریق کے حصے میں گھاٹا نہ آئے۔ اور کسی نزاع اور فساد کی صورت نہ پیدا ہو۔ لیکن اگر زمین کے قطعات متعین کرنے کے بجائے پیداوار کی مقدار مثلاً نصف یا ثلث متعین کر لی جائے تو نفع نقصان دونوں صورتوں میں فریقین یکساں رہتے ہیں۔ اور کسی نزاع وجدال کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

(۲) فلم یکن کراء الا ھذا۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر مزارعت کی مذکورہ بالا ہی صورت پر لوگ عمل کرتے تھے۔ لہٰذا جن روایات میں عام ممانعت آئی ہے اُن سے بھی یہی خاص شکل مراد ہوگی۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ رافع بن خدیج کی بعض روایات میں ثلث و ربع کی تصریح کے ساتھ ممانعت آئی ہے۔ لیکن اس بارے میں صحیح اصول یہ ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے محض دو تین احادیث پر ہی اعتماد کر لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس باب سے متعلق تمام روایات کے مجموعے پر یکجائی غور و فکر کے بعد ہی نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ربع یا ثلث پر زمین دینے کی ممانعت بھی مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ایک خاص قسم کی صورت کو روکنا مقصود ہے۔ ذیل کی روایات میں اس خاص صورت کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

(الف) قال جابر بن عبد اللہ یقول کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نأخذ الارض بالثلث والربع بالماذیانات فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک فقال من کانت لہ ارض فلیزرعھا فان لم

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ندی نالے کے قریب کی زمین تہائی یا چوتھائی پر لیا کرتے تھے۔ تو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو اس میں خود کاشت کرے۔ ورنہ اپنے بھائی

یزرعها فلیمنحها اخاہ۔ مسلم ج ۲ ص۱۲

(ب) عن رافع رض قال کنا اکثر اهل المدینة حقلا وکان احدنا یکری ارضه۔ فیقول هذه القطعة لی وهذه لك ربما اخرجت ذه، ولم تخرج ذه فنهاهم النبی صلی الله علیه وسلم۔ بخاری مع عینی ج ۲۱ ص۱۷۰

(ج) عن نافع ان ابن عمر کان یکری مزارعه علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وابی بکر و عمر وعثمان وصدرا من امارة معاویة۔ ثم حدث عن رافع بن خدیج ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن کراء المزارع فذهب ابن عمر الی رافع فذهبت معه۔ فسأله۔ فقال نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن کراء المزارع فقال ابن عمر قد علمت انا کنا نکری مزارعنا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم بما علی الاربعاء وبشیء من التبن

بخاری مع عینی ج ۱۲ ص۱۵۳

کو عطا کردے۔

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں سب سے زیادہ کھیتوں کے مالک تھے۔ ہم میں سے ایک شخص اپنی زمین کرایہ پر دیتے وقت یہ کہا کرتا کہ زمین کا یہ ٹکڑا میرے لئے ہے۔ اور یہ تمہارا ہے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک میں تو پیداوار ہوتی اور دوسرا خالی رہ جاتا۔ نبی صلعم نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

نافع رح سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رض اپنے کھیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض اور معاویہ رض کے ابتدائی دور امارت میں بٹائی پہ دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو بتایا گیا کہ رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین بٹائی پہ دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو ابن عمر رض رافع خدیج رض کے پاس گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تو انھوں نے (اس بارے میں) سوال کیا۔ رافع بن خدیج نے کہا (ہاں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین بٹائی پہ دینے سے روکا ہے۔ تو اس کے جواب میں ابن عمر نے فرمایا "آپ جانتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہروں سے قریب زمین کی پیداوار یا غیر معین مقدار بھوسے کے بدلے کھیت بٹائی پہ دیا کرتے تھے۔

ان روایات پر مجموعی انداز میں نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ رافع بن خدیج اور

عبداللہ بن عمر کی روایات میں مزارعت کی چند خاص شکلوں سے روکا گیا ہے۔ کوئی عام ممانعت نہیں کی گئی ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " امام طحاوی کی مندرجہ ذیل روایت سے مذکورہ بالا حدیث کا منشا اور بھی زیادہ واضح ہوجاتا ہے:"

(د) عن نافع ان رافع بن خدیج اخبر عبد اللہ بن عمر ان عمومتہ جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رجعوا فقالوا اِنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن کراء المزارع فقال ابن عمر رض فقد علمنا انہ کان صاحب مزرعۃ یکریہا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علےٰ ان لہٗ ما فی ربیع الساقی الذی تفجر منہ الماء وطائفۃ من التبن ولا ادری ما ھو

(حوالہ مذکور)

نافع سے روایت ہے کہ رافع بن خدیج نے حضرت عبداللہ بن عمر رض کو بتلایا کہ ان کے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر (اپنے گھروں کو) پلٹ گئے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع کیا ہے۔ (اس پر) عبداللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ رافع بن خدیج کے پاس زمین تھی جسے وہ عہد نبوی میں اس شرط پر بطور مزارعت دیا کرتے تھے کہ زمین کے اس حصہ کی پیداوار جہاں سے پانی کا چشمہ بہتا ہے میری ہوگی۔ اور (اسی طرح) اس بھوسے کے عوض جس کی مقدار کا علم نہیں، وہ معاملہ کرلیا کرتے تھے۔

" اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رض، رافع بن خدیج کو علی الاطلاق کراء الارض کی ممانعت بیان کرنے پر ٹوک رہے ہیں۔ اور بتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عقد مزارعت سے منع کیا ہے (وہ عام نہیں ہے)، بلکہ اس سے وہ شکل مراد ہے جس میں کوئی فاسد (غیر شرعی) شرط کا اضافہ کردیا گیا ہو، یا معاوضہ کا معاملہ غیر معین اور مجہول ہو۔ اس طرح نزاع پیدا ہوسکتا ہے۔ اور مالک زمین یا مزارع دونوں میں سے کوئی گھاٹے اور نقصان میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ لیکن ثلث، ربع وغیرہ

کے عوض زمین بٹائی پر دیتا تو اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔" عینی شرح بخاری ج ۱۲ صـ ۱۸۳

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رافع بن خدیج رضؓ کے بیان پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مزارعت کو علی الاطلاق اس اندیشہ سے چھوڑ دیا تھا کہ ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا حکم دیا ہو جس کا انہیں علم نہ ہو سکا۔ تو یہ ترک و اجتناب درحقیقت زہد و ورع اور احتیاط کی بناء پر تھا نہ کہ اس بنیاد پر کہ وہ بالکلیہ مزارعت کی حرمت کے قائل تھے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ "حضرت ابن عمرؓ کا یہ کہنا کہ ترکنا من اجل قولہ (رافع کے قول یعنی روایت کی وجہ سے ہم نے کراء الارض کو ترک کر دیا ہے) اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کا ترک محض زہد کی بناء پر تھا۔ ورنہ اعتقاداً وہ اس کو جائز مانتے تھے۔ کتنی حلال چیزیں ہیں جن کو انسان محض زہد و احتیاط کی بناء پر ترک کر دیتا ہے" المبسوط ج ۲۳ صـ ۱۳ یعنی اس ترک و اجتناب کی حیثیت قانونی نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ اسے اخلاقی فضیلت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

(۷) عن اسید بن ظہیر قال کان احدنا اذا استغنی عن ارضہ او افتقر الیہا اعطاھا بالنصف والثلث والربع ویشترط ثلاث جداول، والقصارۃ وما یسقی الربیع وکان یعمل فیہا عملاً شدیداً ویصیب منہا منفعۃ فاتانا رافع بن خدیج فقال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن امر کان لکم نافعا وطاعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر لکم نھاکم عن الحقل (مسند احمد، ابن ماجۃ) منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ج ۵ صـ ۱۵۲

اسید بن ظہیر سے روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی جب اپنی زمین سے بے نیاز ہو جاتا یا اُسے زمین (کی آمدنی) کی ضرورت ہوتی تو اسے نصف، ثلث یا ربع پر کسی کے حوالے کر دیتا۔ اور تین شرطیں طے کر لیتا (۱) جداول یعنی ندی نالے کے کنارے زمین کی پیداوار مالک زمین کی ہو گی (۲) جس حصے کو نہر سیراب کرے اس کی پیداوار بھی مالک کی ہو گی۔ (۳) غلہ بھوسہ بھی صاحب ارض ہی کو ملیگا۔ اس طرح اس زمین میں خوب محنت کی جاتی اور خوب منافع حاصل ہوتے، تو (ایک دن) رافع بن خدیج آئے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ایسے کام

سے روک دیا ہے۔ جو تمہارے لئے نفع بخش تھا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تمہارے لئے
بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حقل یعنی
مزارعت سے روکا ہے۔

اس روایت میں سید بن ظہیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلث، ربع پر زمین دینا اس صورت میں منع تھا جبکہ اس کے ساتھ فاسد شرائط کا اضافہ کر لیا جائے۔ اور عرب میں اس کا عام رواج تھا مطلقاً ممانعت بہرحال ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ مذکورہ بالا روایات سے حدیث مـ کے پوری وضاحت ہوجاتی ہے۔

(۳) (الف) رافع بن خدیج کی روایات میں سند اور متن دونوں اعتبار سے اضطراب اور اختلاف پایاجاتا ہے۔

اس کی تفصیل علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی کی زبانی درج ذیل ہے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں "حدیث رافع الوان وضروب" یعنی رافع بن خدیج کی روایت نوع بہ نوع اور رنگ برنگ شکلوں میں نظر آتی ہے۔

کبھی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض چچاؤں نے روایت کی" کبھی کہتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا" اور کبھی بیان کرتے ہیں" مجھے ظہیر بن رافع نے خبر دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے ظاہری مطلب سے فقہاء صحابہ میں سے دو فقیہہ صحابی عبداللہ ابن عباس رضؓ اور زید بن ثابت متفق نہیں ہیں۔ (ابن عباس رضؓ کی تشریح پہلے گزر چکی ہے) حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں۔

ا۔ صحیح مسلم میں اس بات کی تصریح ہے کہ ظہیر، رافع بن خدیج کے چچا کا نام ہے۔ لہٰذا البعض عمومتی (بعض چچاؤں والی روایت اور مذکورہ بالا روایت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ رافع بن خدیج نے کسی موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنا ہو، اور کبھی کسی موقعہ پر ان کے چچا ظہیر نے اور کبھی ان کے دو چچاؤں نے جیساکہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے، بیان کیا ہو۔ اس قسم کے اختلاف کو اضطراب سے تعبیر کرنا محل نظر ہے

انا اعلم بذالک منه وانما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلین قد اقتتلا فقال ان کان هذا شأنکم فلا تکروا المزارع فسمع قوله فلا تکروا المزارع - ابوداؤد

میں اس معاملہ سے رافع بن خدیج کی نسبت زیادہ باخبر ہوں، دراصل واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو لڑتے جھگڑتے سنا تو آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہی حال ہے تو پھر زمین کرائے پر مت دو تو انھوں نے اتنا سن لیا کہ کھیت کرائے پر مت دو۔

یعنی آپ کے اس ارشاد فلا تکروا المزارع کا پس منظر ان کے علم میں نہ آیا تھا۔ انھوں نے صرف آخری الفاظ سن کر یہ نتیجہ نکال لیا کہ آپ نے ہر قسم کے کراء الارض سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ واقعۃً ایسا نہیں ہے۔ متن حدیث میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا اندازہ ذیل کی مثال سے ہو سکتا ہے۔

رافع بن خدیج کا ایک بیان تو یہ ہے کہ فاما الورق فلم ینھنا عنہ یعنی چاندی کے ذریعہ معاملہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت نہیں فرمائی ہے۔ ان کا دوسرا بیان ہے فاما الذھب والورق فلم یکن یومئذ، لیکن سونا، چاندی کے عوض معاملہ کرنا تو یہ اس وقت رائج ہی نہ تھا۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ جب ایک شی کا وجود ہی اس وقت نہ تھا تو پھر یہ کہنے سے کیا حاصل کہ آپ نے اس سے روکا نہیں[1]۔

(ب) حدیث ہ جس میں کہ مزارعت کو سودی کاروبار کے ہم پلہ ٹھہرایا ہے۔ وہ سنداً ضعیف ہے اس حدیث کا ایک راوی بکر بن عامر البجلی محدثین کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵۱

(۳) ممانعت والی احادیث میں مدنی زندگی کے ابتدائی مراحل کے مطابق حکم دیا گیا ہے جبکہ مہاجرین نہایت عسرت اور تنگی کی زندگی گذار رہے تھے۔ لیکن جب اس قسم کے حالات باقی نہ رہے تو یہ پابندی

---

[1] متن کا یہ اختلاف بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی بنا پر اس روایت کو ناقابل قبول سمجھا جائے۔ قاضی شوکانی رح لکھتے ہیں۔ "ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ رافع کا یہ قول "لم ینھنا" ہم کو اس سے روکا نہیں"، سے یہ لازم نہیں آتا کہ سونے چاندی کے عوض زمین کا ٹھیکہ پر دینا اس وقت رائج تھا" یہ نکتہ اہل علم کے لئے قابل غور ہے۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۴۹

بھی اٹھالی گئی۔

اس بارے میں قربانی کے گوشت کا معاملہ بطور نظیر پیش کیا جاسکتا ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو سوکھا کر ذخیرہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ تاکہ قربانی کے زمانہ میں امیر و غریب سب گوشت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ لیکن جب مسلمانوں کو بجائے تنگی اور عسرت کے خوش حالی اور فارغ البالی میسر آگئی تو آپ نے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت دیدی[1]۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (سبل السلام مصری شرح بلوغ المرام ج۴ ص۱۲۰)

صاحب سبل السلام کے طرز استدلال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ممانعت مزارعت والی روایات ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ آئندہ بھی عسرت کے حالات اگر رونما ہوں تو اسلامی حکومت عارضی طور پر معاشرہ میں توازن قائم رکھنے کے لئے اس قسم کی پابندی عائد کرسکتی ہے۔

اسی قسم کا طرز عمل مزارعت کی مختلف احادیث میں تطبیق دینے کے لئے حافظ ابن حزم نے بھی اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

زمین کو نصف، ثلث یا ربع پیداوار کے بدلے بٹائی پر دینا حدیث خیبر سے ثابت ہے، یہ آپ کا آخری عمل تھا۔ جو وفات تک جاری رہا۔ اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور تمام صحابہؓ نے اس پر عمل درآمد کیا، لہٰذا آپ کا یہ آخری فعل ان تمام احادیث کے اس حصے کا ناسخ ہوگا۔ جس میں مزارعت کی مطلق ممانعت آئی ہے۔ باقی رہا انہی روایات میں سے بعض میں زمین کو ٹھیکہ پر دینے سے منع کیا گیا ہے تو یہ ممانعت علی حالہ قائم رہیگی۔ کیونکہ اس کا ناسخ کوئی حکم یا عمل نہیں ملتا۔"

انتہیٰ ملخصاً۔ محلی ج ۸ ص ۲۱۴

مزارعت اور مضاربت میں مماثلت مزارعت کے مخالفین میں سے کوئی بھی صاحب علم ایسا نہیں ہے جو مضاربت کے جواز کا قائل نہ ہو۔ باقی رہا یہ فرق کرنا کہ مضاربت میں فریقین نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اور مزارعت میں پیداوار نہ ہونے کی صورت میں بھی زمین محفوظ رہتی ہے۔ اور کاشتکار

[1] مختلف احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ شکل بھی بے بنیاد نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن یہاں محل نظر امر یہ ہے

باقی صفحہ ۱۲۹

کی محنت ضائع ہو جاتی ہے، درست نہیں ہے۔ مضاربت میں بھی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مالک مال کا اصل سرمایہ محفوظ رہجاتا ہے۔ اور کاروبار میں نفع نہ ہونے کی وجہ سے صاحب محنت اپنی کوشش کا کوئی ثمرہ نہیں پاتا۔ اس ممکن الوقوع احتمال کے باوجود مضاربت کے جواز پر تمام اہل علم متفق ہیں۔

اس موقعہ پر امام خطابی رح کے ایک فقہی نکتہ کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

امام موصوف لکھتے ہیں۔

واصل المضاربۃ فی السنۃ المزارعۃ والمساقاۃ فکیف یجوزان یصح الفرع ویبطل الاصل ۔ معالم السنن شرح ابوداؤد ج ۳ ص ۹۲	سنت (احادیث) میں مضاربت کے جواز کی اصل (جڑ اور بنیاد) مزارعت اور مساقاۃ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصل تو ختم ہو جائے اور فرع (شاخ) قائم رہے۔

یعنی مضاربت کا جواز کا سارا دارومدار ان روایات پر ہے جن سے مزارعت کا جواز نکلتا ہے تو یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ مزارعت کو تو حرام سمجھا جائے اور مضاربت کو جائز ٹھیرالیا جائے۔ امام احمد کے مسلک کی بنا پر اس اشکال کا یہ حل ہو سکتا ہے کہ بیج مالک زمین کے ذمہ ہو۔ اس طرح نقصان کی شکل میں کاشت کار کی اگر محنت ضائع ہوگی تو مالک زمین کو بیجوں کا نقصان برداشت کرنا پڑیگا۔ بلکہ اجتہاداً اس سے زیادہ یہ پابندی بھی عائد ہو سکتی ہے کہ آلات و وسائل زراعت کے مصارف کا بار بھی مالک زمین پر ڈالدیا جائے۔

قرآن سے استدلال کی اصل حقیقت مزارعت کی حرمت پر آیات قرآن سے استدلال ایک دوراز کار سعی ہے۔ قرآن حکیم نے اس معاملہ میں ایجاباً یا سلباً کوئی واضح حکم نہیں دیا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی اور اس کی ہم معنی آیات سے مزارعت کی حرمت ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس قسم کے تمام معاملات (مضاربت وغیرہ) کو بھی حرام سمجھا جائے۔ حالانکہ واقعتہً ایسا نہیں ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۰۷) کہ مخالفت والی احادیث کے راویوں میں حضرت ابوہریرہ کا نام بھی ملتا ہے جو کہ ۷ھ میں اسلام لائے تھے۔ اور جمہور کی تحقیق کی بنیاد پر خیبر کا واقعہ محرم ۷ھ کا ہے۔ لیکن ابن حزم اسے ۶ھ کا ہی واقعہ شمار کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

متاخرین اہل علم کا نقطۂ نظر مذکورہ بالا مباحث کے ضمن میں مشہور اصحاب فکر علماء سلف کے مختلف نظریات و افکار ناظرین کے سامنے آچکے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین اہل علم کے سرخیل شاہ ولی اللہ رح کے زاویۂ نظر اور تحقیق کو بھی سمجھ لیا جائے۔

شاہ صاحب رح کی تحریروں سے دونوں گروہ مزارعت کی حلت و حرمت پر استدلال کرتے ہیں۔ اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ شاہ صاحب کا رجحان کس طرف ہے۔ اور انھوں نے مختلف احادیث کے درمیان موافقت پیدا کرنے کے لئے کونسا طرز عمل اختیار کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ رح کا زاویۂ نظر

(۱) والارض کلها فی الحقیقة بمنزلة مسجد او رباط جعل وقفا علی ابناء السبیل وهم شرکاء فیه ج۲ ص۱۰۵

در حقیقت ساری زمین بمنزلہ اس مسجد یا رباط (سرائے) کے ہے جو مسافروں کے لئے وقف ہے۔ اور اس میں وہ حصہ دار ہیں۔

(۲) وقد اختلف الرواة فی حدیث رافع بن خدیج اختلافا فاحشا وکان وجوه التابعین یتعاملون بالمزارعة ویدل علی الجواز حدیث معاملة اهل خیبر واحادیث النهی عنها محمولة علی الاجارة بما علی الماذیانات او قطعة معینة وهو قول رافع او علی التنزیه والارشاد وهو قول ابن عباس رض او علی مصلحة خاصة بذلك الوقت من جهة کثرة مناقشتهم فی هذه المعاملة حینئذ وهو قول زید بن ثابت

رافع بن خدیج کی حدیث کے راویوں میں نہایت واضح اختلاف پایا جاتا ہے۔ مشہور تابعین کا مزارعت پر عمل درآمد تھا۔ اس کا جواز حدیث خیبر سے ثابت ہے۔ حرمت مزارعت پر مشتمل روایات سے "ماذیانات" یا معین حصۂ زمین والی صورتیں مراد ہیں۔ جیساکہ رافع بن خدیج کی تصریح ہے۔ یا یہ نہی تنزیہی ہے۔ (یعنی اس سے پرہیز بہتر ہے۔) عبداللہ بن عباس کا مسلک یہی ہے۔ یا مناقشات اور تنازعات کی کثرت کی وجہ سے خاص وقتی مصلحت کے طور پر ممانعت فرمادی تھی۔ جیساکہ زید بن ثابت رض کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔

حجة اللہ البالغة ج ۲ ص۱۰۵ باب التبرع والتعاون

(۳) مزارعت کے معنی ہیں کہ معین حصہ (ثلث، نصف وغیرہ) کے بدلے زمین بٹائی پر دی جائے، اس میں بیج مالک زمین کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور محنت کاشتکار کی طرف سے۔ اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے صحابہ اور تابعین کی اکثریت اس کے جواز کی قائل ہے۔ اور یہی مسلک امام احمد ابو یوسف، محمد رحہ نے اختیار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اُسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مساقاۃ کے ضمن میں جائز ہے۔" (مستقلاً علیحدہ نہیں) مسوّیٰ عربی شرح مؤطا ج ۱ ص ۳۹۸

(۴) "مخابرت و آں عمل کردن در زمین است بشرط بعض خارج، زمین و بذر از یکے باشد و عمل از دیگرے جائز است یا نہ؟ میل فقیر دریں مسئلہ بمذہب امام احمد است از جواز ہر دو" مصفّیٰ شرح مؤطا ص ۲۹۱

ایک مصری عالم کا نقطۂ نظر زمانۂ حال کے مصری عالم علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے مختلف احادیث مزارعت کے درمیان جو تطبیق دی ہے۔ اس کا ذکر بھی افادہ سے خالی نہ ہوگا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مزدور، کاشت کار کی شدید ضرورت و حاجت کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں، ایسے افراد اسی وقت زمین اس کے حوالہ کرتے ہیں جبکہ "غبن فاحش" کا امکان انھیں نظر آتا ہے۔ اس موقع پر کوئی بیچارا اپنی ضرورت و مجبوری کی بنا پر پھنس جاتا ہے تو اس کی محنت کا پھل مالک زمین طے شدہ شرائط سے زیادہ لے اڑتا ہے۔ اس قسم کے دھوکہ اور نقصان کی صورت اس شریعت میں جائز نہیں ہو سکتی جو مضطر اور مصیبت زدہ انسانوں کی مدد واجب قرار دیتی ہے لہٰذا ایسی مزارعت سے لوگوں کو بچانا چاہیئے جس میں کاشتکار اپنی محنت کا پھل نہ پا سکے۔ اور زمیندار اُسے اُس کی مجبوری اور ناداری کی بنا پر اپنی غلامی کے طوق و سلاسل پہنا دے۔ اس شکل میں مالکیہ کا مسلک کے مطابق فتویٰ دیا جائیگا جو کہ محنت اور زمین کے اعتبار سے نفع میں مساوات کے قائل ہیں تاکہ اس طرح کوئی فریق اپنے ساتھی کے حق میں دخل اندازی نہ کر سکے۔

لیکن جب خیر، نیکی اور ہمدردی کا جذبہ لوگوں میں عام ہو اور دونوں فریق میں سے کوئی بھی اپنے حق سے زیادہ لینا نہ چاہتا ہو، اور نہ کسی فریق کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ ہو۔ تو پھر مزارعت کے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۳ ص ۲۴

خاتمہ کلام | مزارعت کے بارے میں مخالف و موافق دلائل اور آئمہ سلف و خلف کے افکار و آراء ناظرین کے سامنے آچکے ہیں۔ اب وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آثار و سنن کی روشنی میں کونسا مسلک صحیح ہو سکتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس تحقیقی سطالعہ میں اس مسئلہ کا کوئی پہلو نگاہ سے اوجھل رہ گیا ہو۔ اس لئے اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ وہ اس سلسلہ کی معلومات منظرِ عام پر لائیں تاکہ بحث و مذاکرہ اور فکر و تحقیق کے بعد کسی واضح فیصلہ پر اتفاق کیا جا سکے۔

ترجمان القرآن "پر خیانت" کی دست درازیاں

"ترجمان القرآن" کو ان دنوں جو سب سے بڑی مشکل درپیش ہے وہ یہ ہے کہ پوری احتیاط سے پرچہ پوسٹ کرنے کے باوجود بہت ہی کثرت سے شکایت نامے آرہے ہیں کہ پرچہ خریداروں کو نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ بعض خریداروں کو دوبارہ پرچہ بھیجنے کے باوجود نہیں مل سکا۔ خصوصاً انڈیا کے خریداروں اور ایجنٹوں کے پرچے ــــ عام پرچے ہی نہیں، رجسٹرڈ پیکٹ تک نہایت کثرت سے اڑائے جا رہے ہیں۔ پھر اس طرح کی اطلاعات بھی مل چکی ہیں کہ پرچہ ڈاک خانہ میں پہنچ جاتا ہے، لیکن فریندہ کو تقسیم نہیں ہوتا، علاوہ بریں نظام ترسیل یہ ہی رسالے کے پیکٹ بعض اوقات کئی کئی روز پڑے سڑتے ہیں اور بروقت روانہ نہیں کئے جاتے۔ اس سلسلے میں ڈاک کے افسروں کو توجہ دلائی گئی ہے لیکن کسی جوابی کارروائی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا!

اِن حالات میں ہم محکمۂ ڈاک کے کارکنوں سے گذارش کرتے ہیں کہ:-

(۱) آپ حضرات ایک اسلامی ریاست کے ملازم ہونے یا اپنے مسلمان ہونے یا کم از کم انسان ہونے کا کچھ تو لحاظ کریں اور اپنے اخلاق کا معیار بلند کریں۔

(۲) جو اصحاب آپ میں سے فرض شناس اور امانت دار ہوں وہ صرف اپنی ذات کی ذمہ